رمضان و رویت ہلال کی اہمیت

محمد صغیر حسن معصومی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :-

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون (البقرۃ : ۱۸۵)

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں کھلے ہوئے (دلائل ہیں) ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کے۔ سو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے لازم ہے کہ وہ (مہینہ بھر) روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس پر دوسرے دنوں کا شمار رکھنا (لازم ہے)۔ اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا اور یہ (چاہتا ہے) کہ تم شمار کی تکمیل کرو اور یہ کہ تم اللہ کی بڑائی کرو، اس پر کہ تمہیں راہ بتادی عجب نہیں کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔"

ساتھ ہی اللہ کا ارشاد ہے : ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (بنی اسرائیل : ۹)
بے شک یہ قرآن اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھا اور قائم رہنے والا ہے۔

غرض یہ مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل کیا۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کی بارش کرتا ہے۔ ہم پر یہ لازم ہے کہ قرآن حکیم اور اس ماہِ عظیم کے ساتھ، صبر و سکون، تحمل و انبساط کے ساتھ، اس کی عظمت و تقدس کا لحاظ رکھتے ہوئے پوری طرح والہانہ طور پر پیش آئیں۔ اور کسی طرح حد اعتدال سے آگے نہ بڑھیں اور نہ کسی قسم کی کوتاہی کے مرتکب بنیں۔ پس اللہ جل شانہ، کو حاضر ناظر جان کر اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے کی

سعی پیہم کریں: واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فألف بین قلوبکم فأصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذٰلک یبین اللہ لکم آیتہ لعلکم تہتدون (آل عمران ۱۰۳)" اور اللہ کی رسّی سب مل کر مضبوط تھامے رہو اور باہم نااتفاقی نہ کرو اور اللہ کا یہ انعام اپنے اوپر یاد رکھو کہ جب تم (باہم) دشمن تھے تو اس نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم اس کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ یاب ہو۔"

رمضان المبارک کا مہینہ قمری سال کے دو مہینوں شعبان و شوال کے درمیان کا مہینہ ہے۔ ایمان کی برکت سے فطری طور پر فرزندانِ اسلام اس ماہ کی آمد پر بڑی فرحت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ہر گروہ، امیر و غریب سب کے سب بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس ماہ کی سب سے بڑی برکت تو یہ ہے کہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل فرمایا۔ دوسری عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگ اس مہینے کے ایام میں صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزے رکھیں اور نمازِ عشاء کے بعد صلوٰۃ التراویح اور تسبیح کے ورد میں مشغول رہیں۔

یہ بات تو واضح ہے کہ رمضان کے شروع ہوتے ہی قراءتِ قرآن اور نوافل کی ابتداء کی جاتی ہے اور روزے کا حکم بھی اس پاک مہینے کا آغاز ہونے پر جاری ہوتا ہے۔ اس متبرک ماہ کی ابتداء حسبِ معمول نئے چاند کی رویت سے ہوتی ہے۔ اس طرح ۲۹ اور ۳۰ شعبان المعظم کو حکمِ خداوندی سے چاند دیکھنے کی اہمیت دوسرے مہینوں کے مقابل میں بہت زیادہ ہے۔ جس طرح نماز کے اوقات متعین ہیں اسی طرح فرض روزے کا وقت اور مہینہ متعین ہے۔ جہاں تک ماہ کا تعلق ہے "فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ" سے ظاہر ہے۔ وقت کا تعین آیت پاک: وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل (البقرہ - ۱۸۷) میں موجود ہے (اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ تم پر صبح کا سفید خط سیاہ خط سے ممیز ہو جائے۔ پھر روزہ کو رات ہونے تک پورا کرو)۔ اس وضاحت کے بعد ظاہر ہے کہ اوقات کے تعین میں فرزندانِ اسلام کو کوئی حق نہیں پہنچتا ہے کہ کسی قسم کی تبدیلی کریں اور وحدت کے بہانے یا دوسرے اغراض و مقاصد کی خاطر

قرآنی حکم کو کسی من مانی تاویل کا پابند بنائیں۔

جس طرح قرآن پاک نے پنج وقتہ نمازوں کے اوقات کا اجمالی ذکر کیا ہے اور ان کی تعیین کی ہے اسی طرح فرض روزوں کے اوقات و ایام کی بھی تعیین کی ہے۔ پس شکریے کے لئے اور اظہار خوشی کے لئے ملک کے کیلنڈر بنانے والوں کے بیان پر اعتماد کر کے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں سارے عالم میں روزے کی ابتداء ہم نہیں کر سکتے۔ اور نہ عید و بقرعید کی تقریبات کی خاطر حکم خداوندی سے روگردانی کر کے کسی انسانی حکم کی پابندی مسلمانوں پر لازم ہے۔ آیات قرآنی کے بعد احادیث کا درجہ ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارک سے بھی یہ واضح ہے کہ سارے عالم میں ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں لوگ نہ نمازیں ادا کر سکتے ہیں نہ روزے رکھ سکتے ہیں، اور نہ ماہ و یوم کا متعین کرنا قابل قبول ہو سکتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے اصولی اور بنیادی فرائض و واجبات پوری طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے ہیں اور اسلامی اعیاد و تقریبات کسی بیرونی اور خارجی اثرات کے ماتحت مقرر نہیں کی گئیں۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اسلامی تعلیمات درحقیقت خلفاء راشدین کے بعد ارتقائی منازل طے کرنے کی بجائے تنزل پذیر ہونے لگیں۔ جوں جوں فرزندان اسلام مرکز اسلام سے دور ہوتے گئے ان کی تعداد چند در چند ہوتی گئی اسلامی اوامر و نواہی کی بجاآوری میں کمزور سے کمزور تر ہوتے گئے، اور حلال و حرام کی تفریق و امتیاز کا جذبہ سرد سے سرد تر ہوتا گیا اور آج ہم دور از کار تاویلات کے گرویدہ ہو کر خدائی احکام کی پیروی کرنے کی بجائے غیر اسلامی قوانین و اسالیب زندگی کے خوگر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور ہم اپنے اسلاف کے طریقۂ زندگی کو غیر مناسب اور فرسودہ سمجھ کر بیسویں صدی کی غیر اسلامی ثقافت کو اپنے لئے طرۂ امتیاز سمجھنے لگے ہیں۔ شب و روز ایسے اعمال و افعال میں غلطاں و پیچاں رہنے لگے ہیں کہ یہ احساس باقی نہیں رہا کہ کونسا امر مباح ہے اور کونسا ناپسندیدہ، مکروہ اور حرام ہے۔

قرآن حکیم نے سال و ماہ کا تعین چاند کے گھٹنے بڑھنے کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ قمری مہینوں کو شمسی مہینوں پر ترجیح دی ہے۔ ضرورت و مصلحت کی بنا پر مہینوں کی تعداد میں اضافہ کر دینا، کسی سال کے مہینے بارہ کے بجائے تیرہ ماننا، مہینوں کی گردشوں کو موسموں اور فصلوں کے

ہم دوش رکھنے کے لئے شمسی حساب اختیار کرنا، پورا سال ۳۶۵ دن اور چھ گھنٹے کا ماننا، اور اس کو نبھانے کے لئے کسی مہینہ کے ۲۸ اور کسی مہینہ کے ۳۱ دن ماننا، یہ باتیں نئی نہیں ہیں۔ بلکہ جب کلام الٰہی نے اعلان کیا: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ ع ۲۴) "اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے سختی اور تنگی نہیں چاہتا۔" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: "میں ایک ایسی ملت پیش کر رہا ہوں جو نہایت آسان ہے جس کی فطرت میں نرمی اور سہولت بھر دی گئی، جو منطقی اور فلسفی تحقیق کی باریکیوں سے پاک ہے، ایسی روشن ہے کہ اس کا رات دن یکساں ہے۔" اس وقت شمسی حساب کا طریقہ بھی رائج تھا۔ مگر کلام خداوندی نے عربوں میں رائج قمری طریقہ کی تائید کرتے ہوئے صراحت فرمادی: ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم (توبہ ع-۵) بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ مہینے کی ہے، اللہ کی کتاب میں ایسا ہی لکھا گیا، جس دن آسمانوں کو اور زمین کو اس نے پیدا کیا (یعنی جب سے اجرام سماویہ بنے ہیں اللہ تعالیٰ کا ٹھہرایا ہوا حساب یہی ہے) ان بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت کے مہینے ہوئے (یعنی رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام، کہ امن کے مہینے سمجھے جاتے تھے۔ اور ان میں لڑائی ممنوع تھی) یہی ہے دین قیم (دین کی سیدھی راہ دین کا اصول محکم)

(۲) پھر ارشاد ہوا: انما النسئ زیادۃ فی الکفر (توبہ ع ۵) یعنی عرب کا یہ قاعدہ کہ اپنی اغراض اور مصلحتوں کی خاطر حرمت کے مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا (مثلاً رجب کی حرمت کو موخر کرنے کے لئے طے کر لیا کہ جمادی الاولیٰ دو ہوں گے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کفر میں کچھ اور اضافہ ہے۔

(۳) یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج (بقرہ ع ۲۴) آپ سے دریافت کرتے ہیں چاندوں کے متعلق، آپ بتا دیجئے' یہ انسانوں کے لئے وقت کا حساب ہے اور اس سے حج کے مہینہ کا تعین ہوتا ہے۔

وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب (یونس ع ۱) چاند کی منزلوں کا اندازہ ٹھہرا دیا تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔

ان آیات مطہرہ سے واضح ہے کہ فرائض شرعیہ کے اوقات اور مدتوں کے تعین کا مدار قمری مہینوں پر ہے۔ زکوٰۃ، حج اور رمضان وغیرہ کا حساب انھیں مہینوں سے ہوگا۔

(۴) ان آیات مبارکہ کے پیش نظر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نحن امۃ امیۃ لانکتب ولا نحتسب' الشہر ھکذا وھکذا (صحاح) (وکما قال صلی اللہ علیہ وسلم - یعنی ہم ایک امی امت ہیں نہ ہمارا مدار لکھنے پڑھنے پر ہے نہ حساب کتاب پر۔ پھر آپؐ نے دونوں دست مبارک کی دسوں انگلیاں کھول کر تین دفعہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا مہینہ ایسا ہوتا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ میں ایک انگلی بند کرتے ہوئے فرمایا۔ اور ایسا۔ یعنی ایک مرتبہ ۳۰ کا اشارہ فرمایا اور دوسری مرتبہ ایک انگلی بند کر کے ۲۹ کا اشارہ فرمایا کہ مہینہ ایسا اور ایسا ہوتا ہے، یعنی کبھی مہینہ ۳۰ دن کا اور کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے معرکۃ الآرا خطبہ میں جہاں شریعت غراء اور ملّتِ اسلامیہ کے بنیادی مسائل پر روشنی ڈالی، آپ نے بروایت ابی بکرؓ اپنے خطبہ کا آغاز اس فقرہ سے فرمایا: ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السموات والارض اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم (حدیث)۔ زمانہ گردش کر کے اسی ہیئت پر آگیا ہے جو زمین اور آسمانوں کی پیدائش کے روز تھی، سال بارہ ماہ کا ہوتا ہے جن میں چار ذی حرمت ہیں (رجب ، ذی قعدہ ، ذی الحجہ اور محرم الحرام)

ان آیات واحادیث سے یہ واضح ہے کہ اسلام نے قمری حساب کو شمسی حساب پر صرف اس لئے فوقیت دی ہے کہ قمری ماہ کا تعین اپنے مشاہدہ سے ہر شخص بآسانی کر سکتا ہے۔ اسلام سے پیشتر جن اقوام نے شمسی حساب کو اپنایا ان کے عوام کو پنڈتوں ، جوتشیوں اور نجومیوں کے ہاتھوں اپنا دین بیچ دینا پڑا۔

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص (المتوفی ۳۷۰ھ) اپنی مشہور تصنیف احکام القرآن میں حدیث مذکور کو (جس میں ارشاد ہوا ہے کہ مہینہ ۳۰ دن کا یا ۲۹ دن کا ہوتا ہے) پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" پوری امت متفق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے

تقاضے کے بموجب مہینے کے دنوں کی تعداد تیس ہو گی یا انتیس اور احکام شریعت کا تعلق انہی دو تعدادوں سے ہو گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی مہینہ انتیس دن اور چند گھنٹوں کا ہو۔ اس قسم کی "کسر" غیر اسلامی مہینوں میں ہوتی ہے۔ جیسے رومیوں کے مہینہ میں ہوا کرتی ہے کہ ایک مہینہ جس کو شباط کہتے ہیں سوا اٹھائیس دن (۲۸ دن ۶ گھنٹہ) کا ہوتا ہے۔ البتہ "سن کبیسہ" میں یعنی چوتھے سال میں اس مہینہ کے دن سوا اٹھائیس کے بجائے انتیس مانے جاتے ہیں۔ غیر اسلامی مہینوں میں کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ اکتیس دن اور تیس دن کے ہوتے ہیں۔ اسلامی مہینوں میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔" (ج ۱ ص ۲۰۷)

آیاتِ ربانی کے پیش نظر رمضان کے روزے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سادہ الفاظ میں صفائی کے ساتھ فرمایا: صوموا الرویته وافطروا الرویته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین یوما۔ "چاند دیکھ کر روزہ رکھو چاند دیکھ کر افطار کرو اگر مطلع صاف نہ ہو تو شعبان کی گنتی تیس دن کی پوری کرو۔" اس ارشادِ گرامی کے مطابق ہر عالم و جاہل بلا تأمل یکساں عمل کر سکتا ہے۔ اسلامی حکم پر عمل کرنا جس طرح ایک سائنس اور فلسفہ کے ماہر کے لئے آسان ہے اسی طرح گاؤں میں رہنے والے دہقان کے لئے بھی آسان ہے۔

اس ارشاد مبارک کا مطلب بالاتفاق یہ لیا گیا ہے کہ رمضان اور عید کا مدار شمسی حساب تقویم یا کیلنڈر اور نجومیوں کے قول پر نہیں بلکہ رویت ہلال کے فیصلے پر ہے۔ رمضان شریف کا آغاز اسی وقت ہو گا جب رویت ہلال کا فیصلہ ہو جائے۔ اسی طرح عید بھی جب ہی منائی جائے گی جب رویت ہلال کا فیصلہ ہو جائے۔ اگر فیصلہ نہ ہوا تو ذاتی مشاہدہ بھی ساقط الاعتبار ہے۔ اگر کسی شخص نے رمضان کا چاند دیکھا اور اسے دیکھنے کا یقین حاصل ہوا مگر اس کی شہادت نہیں مانی گئی تو خود اس کے حق میں بھی رمضان ثابت نہیں۔ انتیس رمضان کو وہ چاند دیکھ چکا تھا مگر اس کی شہادت تسلیم نہیں کی گئی تو اگلے روز وہ عید نہیں کر سکتا اور اگلا دن عام مسلمانوں کی طرح اس کے لئے بھی رمضان ہی کا دن ہو گا۔

عام طور پر رویت ہلال کے معاملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے۔ البتہ رمضان کے چاند میں خبر کو کافی سمجھا ہے بشرطیکہ خبر

دینے والا قابل وثوق مسلمان ہو۔ حسب روایت ابو داؤد حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ سے ثابت ہے کہ صرف ایک ثقہ مسلمان کی خبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شروع کرنے اور روزہ رکھنے کا اعلان فرما دیا۔ رمضان کے علاوہ ہر چاند کی شہادت کے لئے شرائط ہیں جن کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ سب فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے اور سنن دار قطنی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال عید کے لئے دو آدمیوں سے کم کی شہادت کافی نہیں قرار دی۔

شہادت اور خبر کے فرق کی وضاحت ضروری ہے۔ بعض کلام بحیثیت خبر کے معتبر اور قابل اعتماد ہوتے ہیں مگر بحیثیت شہادت قابل قبول نہیں ہوتے۔ شریعت اسلام کے علاوہ تمام دنیا کی عدالتوں میں بھی ان دونوں کا فرق قانونی حیثیت سے مسلم ہے۔ ٹیلیگراف، ٹیلیفون، ریڈیو، اخبارات اور خطوط کے ذریعہ جو خبریں دنیا میں نشر ہوتی ہیں ان کا نشر کرنے والا یا لکھنے والا اگر قابل اعتماد ہے تو بحیثیت خبر کے سارے جہان میں قبول کی جاتی ہیں، ان پر اعتماد کر کے لاکھوں کروڑوں کے کاروبار ہوتے ہیں۔ خبر کی حیثیت سے عدالتیں بھی ان کو تسلیم کرتی ہیں لیکن کسی مقدمہ اور معاملہ کی شہادت کی حیثیت سے دنیا کی کوئی عدالت ان کو قبول نہیں کرتی۔ اور ایسی نشر کی ہوئی خبروں پر کسی مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ شہادت کیلئے ضروری ہے کہ گواہ مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہو کر گواہی دے، تاکہ اس پر جرح کی جا سکے، اس کے انداز بیاں اور چہرے کی کیفیات سے اس کو پرکھا جا سکے۔ اسلام میں بھی شہادت کا حکم یہی ہے۔

خبر اور شہادت کا فرق اس وجہ سے بھی ظاہر ہے کہ خبر کوئی حجت نہیں جو دوسرے کو ماننے اور اپنا حق چھوڑنے پر مجبور کر دے۔ جس کو خبر دینے والے کی دیانت اور سچائی پر بھروسہ ہوگا وہ مانے گا، جس کو بھروسہ نہ ہو اسے ماننے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے خلاف شہادت حجت ملزمہ ہے۔ جب شرعی شہادت سے کسی معاملہ کا ثبوت قاضی یا جج نے تسلیم کر لیا تو قاضی یا جج اس پر مجبور ہے کہ اس کے موافق فیصلہ دے اور فریق مخالف مجبور ہے کہ اس کو تسلیم کرے۔

بنا بریں جدید آلات کے ذریعہ اگر کوئی شخص شہادت دے تو وہ شہادت نہیں محض ایک خبر

ہے۔ جن معاملات و مسائل میں خبر کافی ہے۔ ان میں اس پر عمل جائز ہوگا اور جن معاملات میں شہادت ضروری ہے ان میں یہ خبر کافی نہ ہوگی۔ آج موجودہ عدالتوں میں یہی حال ہے۔ کوئی جج کسی گواہ کا بیان ٹیلیفون یا ریڈیو وغیرہ پر شہادت کے لئے کافی نہیں سمجھتا، بلکہ گواہ کا حاضر ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ گواہ کے چہرہ بشرہ اور طرزِ گفتگو وغیرہ سے اس کے بیان کی صحت کا اندازہ لگانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں، یا ہے مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں، وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں، اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رویت ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا۔

کسی شہر میں ثبوت ہلال کے لئے شہادت کی صورتیں یہ ہیں :-

(۱) گواہ بچشم خود چاند دیکھنے کی گواہی دے۔ (۲) یا کسی کی شہادت پر شہادت دے یعنی جس شخص نے چاند دیکھا ہے وہ کسی معقول عذر کی وجہ سے قاضی کی مجلس میں حاضری سے معذور ہے تو وہ دو گواہ اس پر بنائے کہ میں نے چاند دیکھا ہے تم میری اس گواہی کے گواہ بن جاؤ اور قاضی کی مجلس میں میری شہادت پہنچا دو۔ یا (۳) گواہ اس بات کی شہادت دے کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے شہادت پیش ہوئی قاضی نے اس کا اعتبار کر کے شہر میں رمضان یا عید کا اعلان کر دیا۔

ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں رمضان کا چاند ہو یا عید وغیرہ کا باقاعدہ شہادت شرط نہیں۔ وہ صورت یہ ہے کہ کوئی خبر اتنی عام اور مشہور ہو جائے کہ اس کے بیان کرنے والوں پر کسی جھوٹ کی سازش کا گمان نہ کیا جا سکے۔ ایسی خبر کو خبر مستفیض یا مشہور کہتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ مختلف اطراف سے مختلف آدمی یہ بیان کریں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے۔ یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کر کے چاند ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یا موجودہ آلات مواصلات، تار، ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ مختلف جگہوں سے مختلف لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جائے کہ عقلاً

ان کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کا کوئی احتمال نہ رہے تو ایسی خبر مشہور پر روزہ اور عید دونوں میں عمل جائز ہے۔ اس میں ریڈیو، تار، ٹیلیویژن وغیرہ ہر قسم کی خبروں سے کام لیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ کسی ایک ریڈیو سے بہت سے شہروں کی خبر سن لینا خبر کے مستفیض و مشہور ہونے کے لئے کافی نہیں، بلکہ شرط یہ ہے کہ دس بیس جگہوں کے ریڈیو اپنے اپنے مقامات کے قاضیوں یا ہلال کمیٹیوں کا فیصلہ نشر کریں یا چار پانچ جگہ کے ریڈیو اور دس بیس جگہ کے ٹیلیفون، خطوط اور ٹیلیگرام ایسے لوگوں کے پہنچیں جنہوں نے خود چاند دیکھا ہے یا کسی جگہ کے قاضی کا یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ بیان کریں، تو جس شہر میں ایسی خبریں پہنچیں وہاں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کو اس کا اعتبار کرکے رمضان یا عید کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ کسی ایسی خبر کو جو عام طور پر شہرت پا جائے مگر یہ پتہ نہ چلے کہ کس نے اس کو مشہور کیا مستفیض یا مشہور خبر نہیں کہہ سکتے اور اس خبر کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر فضا مکدر ہو، مطلع ابر آلود ہو، چاند نظر نہ آئے، تو بھی کسی جنتری یا کیلنڈر کی پیش گوئی پر عمل نہیں کیا جائے گا، کہ ایسا کرنا حکم خداوندی کے خلاف ہوگا۔ نجومیوں کے قول پر عمل کرنے کو علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:-

"یہ بات کہ ابر و غبار کی حالت میں اہل نجوم اور ماہر فلکیات کے قول پر عمل کرتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "یسئلونك عن الاھلة قل ھی مواقیت للناس والحج" کے خلاف ہے۔ ارشاد ربانی نے احکام شریعت کا مدار رویت اور مشاہدہ پر رکھا ہے نیز روزہ ایک ہمہ گیر عبادت ہے جو ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ پس اس کا وجوب اسی طرح ہوگا جو ہمہ گیر ہے جس کی علامت کو ہر شخص اور ہر مکلف آسانی سے پہچان سکے۔ شریعت اپنے ہمہ گیر حکم کو کسی ایسی چیز پر موقوف نہیں کرتی جس کا علم صرف خاص خاص لوگوں کو ہو سکے اور جن سے عوام بسا اوقات خود مطمئن نہ ہوں۔" (ج ۱، ص ۲۰۱)

ان آیات ربانی کے پیش نظر آج ہم کیونکر اس عام رجحان کو جائز قرار دے سکتے ہیں۔ جس کے پیش نظر بعض مسلمان مفکرین یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی وحدت کے مظاہرہ کے لئے ضروری ہے کہ روئے زمین کے سارے مسلمان ایک دن اور ایک مقررہ وقت پر عید منائیں

اور ایک ہی مدت معینہ میں روزے رکھیں۔ یہ خیال بظاہر نہایت مستحسن اور اچھوتا سمجھا جا سکتا ہے، مگر اسلام نے وحدت کے مظاہرے کی کچھ اور صورت پسند کی ہے اور وہ صورت ایک ہی دن میں عید منانے اور ایک ہی وقت میں روزہ رکھنے میں مضمر نہیں، بلکہ اطاعت خداوندی اور اطاعت رسول اور فرمانبرداری اولی الامر میں ہے، آپس کی اخوت و مساوات کو برقرار رکھنے میں ہے۔ دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی ایک دن عید منانا ہمارے لئے باعث عزت و افتخار نہیں، اور کیلنڈر اور علم نجوم پر ہمارا اعتماد کرنا قرآنی نصوص اور ارشاداتِ نبوی کی کھلی خلاف ورزی ہے امریکہ اور ایشیا کے دنوں میں فرق ہونا لابدی ہے۔ ایک ہی دن اور ایک ہی تاریخ میں ایشیا اور افریقہ میں چاند کی رویت نہیں ہو سکتی۔ رویت ہلال کے وقوع میں ایک یا دو دنوں کا فرق ایسا ہے جس کا انکار کوئی صاحب بصیرت نہیں کر سکتا۔ ممالک بعیدہ میں اختلاف مطالع ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں آیئے حضرت ابن عباس کے فیصلے کو بھی معلوم کر لیں۔ اس فیصلے کو ان کے غلام حضرت کریب نے بیان کیا ہے اور ان کی روایتوں کو امام مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے جگہ دی ہے:۔

"مجھ سے کریبؓ نے بیان کیا کہ ام الفضل بنت الحارث (حضرت ابن عباسؓ کی والدہ) نے مجھ کو ملک شام حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ میں جب شام پہنچا تو سب سے پہلے ان کی ضرورت پوری کی۔ ناگہاں رمضان کے چاند کا شور ہوا۔ چنانچہ شام میں رہتے ہوئے ہم لوگوں نے چاند شب جمعہ کو دیکھا۔ رمضان کے آخر میں میں مدینہ واپس آیا تو مجھ سے ابن عباس نے پوچھا کہ چاند تم لوگوں نے کب دیکھا۔ میں نے کہا شب جمعہ کو۔ انھوں نے وضاحت چاہی کہ کیا تم نے خود دیکھا میں نے کہا ہاں میں نے خود دیکھا اور لوگوں نے دیکھا اور سبھوں نے روزہ رکھا اور حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ فرمانے لگے ہم لوگوں نے تو شب شنبہ کو دیکھا۔ ہم تو تیس روزے رکھیں گے یا چاند دیکھیں گے۔ میں نے پوچھا کیا معاویہؓ کا دیکھنا اور روزہ رکھنا کافی نہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا نہیں۔ اسی طرح ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ (سنن ابی داؤد، ص ۳۱۹، جامع ترمذی ص ۹۹، مجیدی)

افسوس اس بات کا ہے کہ آج چودھویں صدی ہجری کے اواخر میں ہم فرزندانِ

اسلام مغربی اقوام سے اس قدر متاثر ہو چکے ہیں کہ قرآن حکیم پر ایمان رکھنے کے دعوے کے باوجود قرآنی احکام کو ناقابل عمل اور فرسودہ سمجھنے لگے ہیں۔ اسلامی ثقافت کو چھوڑ کر غیر اسلامی ثقافت کے خوگر ہو رہے ہیں اور مغربی اقوام کے افکار و نظریات کو اپنانا عین دانش مندی اور ذہنی ترقی و عروج سمجھتے ہیں۔ کبھی تو یہ الاپتے ہیں کہ قرآنی حدود و عقوبات کا اجراء نہیں کیا جا سکتا، کہ چوری اور زنا کے قرآنی احکامات نعوذ باللہ انسانیت کے تقاضوں سے بعید ہیں۔ اور یہ احکامات اس دَور میں جبکہ انسان اپنے علوم و فنون کے ذریعے چاند پر کمند ڈال چکا ہے۔ قابل نفاذ نہیں، جبکہ یہی اقوام علم و ترقی کے نشے میں بعض بلکہ اکثر مواقع میں اپنے ہی بھائی بندوں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں کہ درندگی اور بربریت کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ کبھی ایسے احکامات کو اپنے دستور و قوانین میں داخل کرتے ہیں جو قرآنِ حکیم کے حکم کے صریح مخالف ہیں مثلاً متبنیٰ کو وارث قرار دینا، بعض معاشی بدعنوانیوں اور امت کے اختلاف رائے کی وجہ سے متعہ نکاح سے اجتناب کرنے کے بجائے اس قسم کے انگنت نکاح کے جواز کا قانون بنانا، جو قرآنی حکم بیک وقت چار نکاح سے زیادہ کی ممانعت کے صریح خلاف ہے۔ اسی طرح کیلنڈر کے حساب سے رمضان کے آغاز اور عیدین نیز حج کے یوم و وقت کے تعیین کا اعلان رویت ہلال سے بہت پہلے کرنا، یہ اور اسی طرح کے دوسرے ایسے امور ہیں جن کے جواز کا مفہوم آیاتِ قرآنی اور آثارِ رسولؐ سے کسی طرح واضح نہیں ہوتا۔

نزول قرآن کو چودہ سو برس گزر چکے ہیں۔ اس طویل مدّت کے گزرنے کی تقریب منانے کی مناسبت سے نیز رمضان المبارک کی عظمت کے پیش نظر رویت ہلال کے متعلق آیات مطہرہ کے بعض نکات کی طرف آپ لوگوں کی توجہ اس لئے منعطف کی گئی کہ آج ہم دوسری اقوام کی نقالی میں یہ یقین کرتے ہیں کہ ہماری عبادتوں اور ان کے طریقۂ ادائیگی میں بھی زمانے کے تغیرات کے مطابق تبدیلیاں ضروری ہیں۔ اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام کے احکامات نوع انسانی کی ارتقائی تکمیل کے پیش نظر ایسے مکمل اور پورے نازل کئے گئے ہیں جن میں تغیر و تبدل کا کوئی امکان نہیں، کہ ایسا کرنا "ہدم دین" اور "مسخ دین" سمجھا جائے گا۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ تمام ادیان عالم کے مقابل اسلام نے تنہا یہ دعویٰ کیا کہ "الیوم اکملت لکم

دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً ۔" اور اسی دعویٰ پر ختم نبوت کا مدار ہے۔ اسلامی عبادات و تعلیمات کے پیش نظر طریقۂ حکومت اور دنیاوی نظام عمل میں ہمیں آزادی ضرور حاصل ہے۔ مگر عبادات کے طریقوں اور ان کے بیان کردہ اوقات اور مدتوں میں ہم تبدیلی کے مجاز نہیں کہ یہ صریح تحریف دین سمجھی جائے گی، جو حسب بیان قرآن پاک یہودیوں اور عیسائیوں کی عادت رہی ہے۔ اسلام نے ہماری ساری زندگی کو اور سارے کردار کو جو اللہ کے لئے ہوں، عبادت قرار دیا ہے ۔ ہمارا فریضہ ہے کہ دینی احکام کی اصلاح کے بجائے اپنے روزمرہ اعمال کی اصلاح کریں، اور اپنی لغزشوں پر متنبہ ہو جائیں، اپنے افعال و اعمال کو احکام قرآنی کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کریں، اور جادۂ مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔ آج ہمارے لئے ضروری ہے کہ دشمنانِ اسلام کی مساعی پر پوری طرح نگاہ رکھتے ہوئے ان کے مکر و فریب سے بچنے کی سعی کریں کہ ان کا فریب ہمہ گیر ہے اور ان کا نظریہ عالمگیر۔ یہ لوگ کبھی قومیت یا نسلیت کے فتنے کو ہوا دیتے دیتے ہیں۔ جس کو اسلام نے 'ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم' کہہ کر ہمیشہ کے لئے غلط قرار دے دیا اور خاندانی نیز جغرافیائی امتیازات اور زبان کے اختلافات سب کو اسلامی اخوت کے رنگ کے آگے ہیچ قرار دیا۔ کبھی یہ مغربی عقلاء اپنی سیاسی علمی اور ذہنی برتری جتاتے ہوئے یہ سبق سکھاتے ہیں کہ سارے ادیان کا مقصد ایک اور صرف ایک ہے، یعنی انسانیت کی تکمیل اور انسانوں کی خدمت۔ اور خود ان دشمنانِ اسلام کا اپنا عمل جو کچھ رہا ہے اس کا مظاہرہ جنگ عظیم اوّل و ثانی نیز ویت نام اور فلسطین کے معاملوں میں برملا ہم دیکھ چکے اور برابر دیکھ رہے ہیں۔